© rasailojaraid.com

قسط نمبر ۳

فلسطین کی ممتاز شاعرہ: فدوی طوقان

از: حقانی القاسمی، نئی دہلی

قلبي تنور به الحياة وقد
عمقت ومدت فيه كالامد
فتهز اغواري نوازعه
ضماية ، رفاقة المدد
*
ويظل منتظرا على شغف
ويظل مرتقبا على وقد
احلام محروم تساوره
متولد في العيش منفرد
*
ويود لو تمضي الحياة بي
للعب، مصدر فيضها الابدي

محبت کی اس راہ میں فدوی مابعد الطبیعاتی صورتحال کی طرف پلٹ جاتی ہیں اور کائنات کے بارے میں سوچتی اور سوالات کرتی ہیں تاکہ اسے جواب مل جائے۔ اوران پوشیدہ سوالات کے جواب جو کسی گہرے فلسفیانہ مسئلے سے متعلق نہیں ہیں اس وقت دور ہو سکتے ہیں، جب فدوی کو کوئی دوست ہو جائے جو انہیں اپنی دونوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باہوں میں لے کر سمندر کے پار دور حدِ نگاہ سے دور لے جائے۔

محبوب مل جانے کے بعد محبت کے دوسرے مرحلے میں "یادوں" کی منزل شروع ہو جاتی ہے۔ اس مرحلے میں وہ اپنی محبت میں پہلی ناکامی کا ذکر چھیڑ کر یہ تمنا کرتی ہیں، کہ اگر ان کا دل آزاد ہو جاتا تو فطرت میں کھو کر دل کو بہلاتیں اور پھر وہ پہلے سے کہیں زیادہ خستہ حال اور غمگین ہو جاتی ہیں[19] انکی عبارتوں میں گہرائی اور حدت پیدا ہوتی ہے اور ان کی تعبیرات پہلے سے زیادہ سچی نظر آنے لگتی ہیں:

لاتعد، فيم عدت لي؟ هل تبقى اليوم شئ من قلبي المحطوم

لم تدمره بالاكاذيب، لم تسحقه بالغدر، بالجمود الاثيم

كان قلبي يطير في ارفع الاجواء مغرى بالحلم المكنوم

سمجھا یہ جاتا ہے کہ فدوی محبوب کے مل جانے کے بعد جب ناکام ہو گئیں تو ان پر ایک طرح کی مایوسی اور خستہ حالی طاری ہو گئی۔ اور ناامیدی گہری ہوتی گئی لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ وہ خود سے لڑتی رہیں۔ اور اپنے بے وفا دوست، دل اور ان لمحوں پر لعنت بھیجتی رہیں جب ایک دوسرے سے شناسائی ہوئی تھی۔ لیکن جس وقت اس کی یادوں کو دہراتی ہیں تو خود کو خوش نصیب محسوس کرتی ہیں اور ان گزرے ہوئے لمحوں کو خوشگوار سمجھتی ہیں اور ان مقامات اور راستوں کو تلاش کرتی ہیں۔ جہاں وہ اپنے دوست کے ساتھ گھومتی پھرتی تھیں[20] بالکل روایتی شاعروں کے

---

[19] شاکر النابلسی؛ فدوی تشتبک مع الشعر۔ ص ۳۸، ۴۱ء۔

[20] شاکر النابلسی؛ فدوی تشتبک مع الشعر ص ۴۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انداز میں اور خوبصورت یادوں کے نشے سے شرسار ہو کر کہتی ہیں۔ کہ اس جدائی میں میرا کوئی قصور نہیں۔ یہ تو سماج کی پابندیوں اور سختیوں کی وجہ سے ہوئی ہے:

هذا مكانك، ههنا محراب شوقي وحبي
كم جئته والدمع، دمع الشوق مختلج بهدبي
كم جئته والذكريات تفيض من روحي وقلبي.
هذا مكانك عقل روحي فيه احساس كئيب
متعسر... يعيد الى الماضي، الى الأمس الحبيب
ثم......!
ذنبي؟ وما ذنبي الا ويلاه من ظلم الهيود
ماجيلني والغل في عنقي على حبل الوريد

فدوی اپنے رومانوی احساسات کے سلسلے میں متضاد رویے کی حامل نظر آتی ہیں۔ وہ مکمل طور سے عجیب وغریب تصادم اور تخالف (schizophrenia) کی شکار ہیں۔ کبھی محبوب کے لوٹ کر نہ آنے کے بارے میں سوچتی ہیں۔ اور کہتی ہیں کہ اب لوٹ کر آنے سے کیا فائدہ۔ میرے شکستہ دل میں کیا رہ گیا ہے:

لا تعد، فيم عدت لي؟ هل تبغي اليوم شيئ من قلبي المحطم
آه! دعني انشد سكينة روحي فوق مهد الطبيعة المسحور

دوسری طرف وہ چاہتی ہیں کہ وہ لوٹ کر آئے۔ بہت ہی شوق اور لگن کے ساتھ محبوب کے لوٹ آنے کا انتظار کرتی ہیں۔ نغمے بکھیرتی ہیں۔ بانسری بجاتی ہیں اور جدائی کے لمحوں اور وجود پر عتاب کرتی ہیں:

قلبي يلوب في الم، يسائل في شرود:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لم لا یعود؟ فلا یجیب سوی الصدی! "لم لا یعود"

وا روح، فی شفق اشعار، وفی کفی عود

و اعا نیب الأیام.. والزمن المفرق.. والوجود

اور ان شعروں میں آتش شوق کو اور تیز کرتی ہوئی کہتی ہیں:

لم لا تعود؟ انا ھنا وحدی بھیکل ذکریاتی

وحدی، ولکن أصدی فی دمی، فی عالم فاتی

اصغی لصوتک، للصدی المنغوم فی اغوار ذاتی

وارائک من حولی، وفی وملء آفاق الحیاۃ"

اس سے ان کے متضاد احساسات کا اندازہ ہوتا ہے لیکن بنیادی طور پر نہ تو وہ مردوں سے نفرت کرتی ہیں اور نہ ہی محبت کو ناپسند، بلکہ مردوں سے قریب ہونے کے لئے بھاگتی ہیں، اور محبت کی خاطر ہی نفرت کرتی ہیں۔

فدوی کے دوسرے دیوان "وجدتھا" میں محبت ایک نئی شکل اور نئے مفہوم کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ اس دیوان میں شاعرہ پختہ شعور کی ہوگئی ہے اور اکثر سوچتی رہتی ہے اور اپنے دھڑکتے دل کی دھڑکنوں کو سنتی رہتی ہے۔ اس دیوان میں محبت ایک حتمی اور یقینی قدر کی حیثیت سے ہے جس سے بھاگ کر تنہائی، عزلت تاریکی، عذاب اور نفسیاتی شکست وریخت میں پناہ لینے کی کوئی سبیل نہیں ہے اور محبت کرنے والوں کو اس سے آزادی ممکن نہیں خواہ اسے بھولنے کی کوشش کریں یا بھلا دیں [۲۱]:

---

[۲۱] شاکر النابلسی: فدوی تشتبک مع الشعر، ص ۴۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فكيف الفراق حبيب داينا
ونحن ندور ونجزي ونهرب
منا الينا
سدى و محال

لا سدى لا الفتاق
لنا لا انفصال
محال حبيبي محال

"وجد تھا" میں وہ کھلے طور پر محبت کا اظہار کرتی ہیں۔ اور سماج کی زنجیروں اور معاشرتی روایات توڑ ڈالنے پر ہر طرح سے آمادہ ہیں جبکہ "وحدی مع الایام" میں اپنے جذبات کا دبے دبے انداز سے اظہار کرتی تھیں۔ اور بار بار دائیں بائیں دیکھ کر " احبک " کہتی تھیں، اور پھر یہ سوچ کر کانپ جاتی تھیں کہ دو بارہ یہ لفظ دہرانے پر کوئی سن نہ لے۔ جبکہ "وجد تھا" میں محبت کو اپنا حق سمجھتی ہیں، اور زندگی کے لئے انتہائی ضروری قرار دے کر اس کے مقابلے میں دنیا کی ساری چیزوں کو ہیچ گردانتی ہیں۔[۲۲]

"وحدی مع الایام" میں فدوی کلاسیکی اثر پیدا کرنے کے لئے روایتی لوگوں کی تقلید کرتی ہیں۔ اسی لئے اپنی محبت اور یادوں کے سلسلے میں اس بچی کا سا رویہ اختیار کرتی ہیں جو کسی بھی چیز پر بہت جلد روٹھ جاتی ہے۔ جب محبوب چیز سے دوری ہو یا جدا ہو جائے تو اسے کوسنے لگتی ہے۔ اور اس کے

۲۲؎ شاکر النابلسی؛ فدوی تشتبک مع الشعر، ص ۴۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ گزارے ہوئے خوبصورت و خوشگوار لمحوں کے بارے میں سوچے بغیر یہ چاہنے لگتی ہیں، کہ وہ کبھی لوٹ کر نہ آئے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے ہر کام پر خوفزدہ ہیں خواہ گفتگو ہو، یا ملاقات اور خوف زدہ انسان یہ کبھی یاد نہیں رکھ پاتا کہ اس نے کیا کیا، کیا کہا اور یہ کیسے ہوا؟ . . . وہ تو دنیا سے غائب ہوتا ہے اس لئے فدوی ملاقات کے لمحوں کے بارے میں سوچنے کی کوشش نہیں کرتیں . . . اسکے برعکس "وجد تھا" میں ان خوبصورت لمحوں کو شعوری طور پر یاد کرتی ہیں، "ذکرتیات" ایسا ایک قصیدہ ہے۔ جو گزرے لمحوں کی مکمل تصویر ہے :

وفی غمرة الحب (مرت) یدای .

بدفق الحنان

ودف الامان ؛ علی رعشات الجبین الندی

(ووسدت) راسک قلبا قلبی سخی۔

"اعطنا حبا" میں فدوی کی محبت کا تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ یہ سابق دو مرحلوں سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ محبت کے وہی مفاہیم ہیں مگر یہ مرحلہ اس اعتبار سے مختلف ہے کہ فدوی محبت میں شک کرنے لگتی ہیں۔ اور اس شک و شبہ کے پیچھے یہ احساس بھی کارفرما ہے کہ گویا وہ خواب دیکھ رہی ہیں۔ اور یہ کہ وہ خوبصورت دن جن میں "وجد تھا" کے قصیدوں نے جنم لیا تھا حقیقی اور واقعی نہیں تھے وہ ایک پل کے مجرد خواب کی مانند تھے، فدوی محبت کو دھوکہ اور فریب کہکر متہم کرتی ہیں۔ دراصل یہ شک اس تلخ تجربے کی دین ہے جس سے وہ "وحدی مع الایام" اور "اعطنا حبا" کے دوران گزری ہیں، اسی لئے کہتی ہیں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احقا جبک یوما؟ وکیف؟ ✽ ام کنت طیفا بحلم عبر

وهب کنت طیفا تعشقته ✽ فکیف تلاشی الهوی واندثر

امامن بقایا؟　　امامن اثر؟

اس میں شک اور خواب کا احساس اس قدر گہرا ہوا کہ وہ دوبارہ تاریکی تنہائی، عذاب اور الم کی طرف انفعالی کیفیت کے ساتھ لوٹ کر آگئیں۔ ایک قصیدہ "القصیدة الاخیرة" لکھ کر اس محبت کو الوداع کر دیا۔ جو اسے زندگی نہ بخش سکی[۲۳]

(۴)

معاصر عربی شاعری میں مرثیے کو وہ نمایاں حیثیت حاصل نہیں ہے جو سابقہ زمانوں میں تھی، قدیم زمانے میں اکثر معاشی خوش حالی کے حصول کے لئے شاعر مرثیہ کہہ دیا کرتا تھا۔ جو صداقت اور سچے فنی شعور سے عاری ہوا کرتا تھا۔ طٰہٰ حسین کی تعبیر کے مطابق یہ مرثیے "کراسی الفراشین" کی طرح ہوتے ہیں جس میں ایک ہی مرثیہ ناموں کی تبدیلی کے ساتھ مختلف لوگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔ عربی ادب میں ایسے بھی مرثیے ہیں جس میں جذباتی تاویل[۲۴] (Pathetic Fallacy) پائی جاتی ہے جیسے مطیع بن ایاس کا یہ شعر:

فسقی لی ابوالمقدم فاسود منظری ✽ من الارض واستکمت علی المسامع

"مجھ کو جب ابوالمقدم کی موت کی خبر سنائی گئی تو میری آنکھوں میں زمین سیاہ

---

[۲۳] شاکر النابلسی: فدوی تشتبک مع الشعر ص ۵۰ - ۵۱۔

[۲۴] تفصیل کے لئے دیکھئے، سلام سندیلوی: مراثی انیس میں جذباتی تاویل۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو گئی اور میرے کان بہرے ہو گئے۔"

ظاہر ہے کہ زمین سیاہ نہیں ہے مگر شاعر موت سے اس درجہ متاثر ہے کہ اسے سیاہ نظر آرہی ہے۔ اس طرح کے مرثیوں میں جذباتیت تو ہوتی ہے مگر صداقت نہیں۔ اور اس نوع کے قصیدے بہت ہیں۔ اس کے باوجود اس سے انکار ممکن نہیں کہ عربی میں مرثیے کے کچھ عمدہ شعری نمونے موجود ہیں۔ ان میں سب سے اچھے وہ ہیں جو ابن الرومی نے اپنے بچوں، متنبی (م ۳۵۴ھ) نے اپنے جدامجد اور نزار قبانی (۱۹۲۳ء) نے اپنی بیوی کی موت پر کہے ہیں۔ ابن الرومی اپنے فنی تجربے میں صادق ہیں اور نزار قبانی نے اپنی بیوی کی موت کو عام کائناتی مسئلے سے جوڑ کر مرثیہ کی ایک بہتر روایات کا آغاز کیا ہے انھوں نے اپنی رفیقۂ حیات "بلقیس" کی موت کو دنیا میں عموماً اور عالم عرب میں خصوصاً انسانی اقدار کی موت قرار دیا ہے [۲۵]

مرثیے ہی کے ذریعہ بنی سلیم کی شاعرہ خنساء بنت تماضر (م ۶۴۶ء) اور فلسطینی شاعرہ فدوی طوقان ایک دوسرے کے بہت قریب نظر آتی ہیں۔ دونوں کی صورت حال بھی اس معنی میں یکساں ہے کہ خنساء کو اپنے دو بھائیوں (معاویہ و صخر) کی جدائی کا غم تھا، اور فدوی کو بھی اپنے دو بھائی (ابراہیم اور نمر) کے بچھڑ جانے کا رنج ہے۔

خنساء کے بارے میں بیشتر ناقدین فن کا اتفاق ہے کہ صخر کے بارے میں انکا لکھا ہوا مرثیہ عربی شاعرات کے مراثی میں سب سے بہتر ہے۔ جدید تنقید کی روشنی میں اگر اسے دیکھا جائے تو اس میں الفاظ، حزنیہ موسیقی، اور ردھن کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ جہاں تک نفس مضمون کی بات ہے تو وہ صخر کی زندگی کے صفات اور

[۲۵] شاکر النابلسی؛ فدوی تشتبک مع الشعر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فضائل کے اردگرد گھومتا ہے مرثیے میں نہ تو نامیانی ارتقاء ہے اور نہ ہی حرکت وزماں نے سے مملو؛ اور اس میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس کی ساری توجہات ہیئت پر مرکوز ہیں۔ خنسار نے اس عظیم سانحے کے تئیں اپنے جذبات و تموجات کی تصویر کشی نہیں کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خنسار نے اپنے بھائی کی موت پر جن جذبات کا اظہار کیا ہے اسے اپنے بھائی کی زندگی میں بھی ظاہر کر سکتی تھیں تو پھر ان کی موت کا خنسار پر کیا ردعمل ہوا؟ یہ ان کے مرثیے سے قطعی طور پر ظاہر نہیں ہوتا!

بنی سلیم کی شاعرہ کا مرثیے میں جو انداز ہے وہ مضمون کے اعتبار سے نوحہ کرنے والیوں سے ذرا بھی مختلف نہیں ہے۔ اور فدوی جنہیں بہت سے ناقدین بیسویں صدی کی خنسار کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہیئت اور مضمون دونوں ہی لحاظ سے خنسار سے مغائر انداز رکھتی ہیں، ہیئتی اعتبار سے گو کہ انہوں نے بھی نوحہ کرنے والیوں کا سا انداز اپنایا ہے، مگر موضوعاتی اعتبار سے ان سے مختلف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حزنیاتی جذبات کی انتہائی حساسیت کے ساتھ تصویر کشی کی ہے . . . . اور مرثیہ "حلم الذکری" میں تو اپنے بھائی کی موت کو وطنی مسئلے سے مربوط کر دیا ہے۔ اور اس المیے کو قومی المیے کی طرف منتقل کر دیا ہے۔ اس میں فنی بلندی بھی ہے اور انفرادی انداز بھی ہے لیکن اگر وہ اپنے بھائی کی موت کو انسانی المیے سے مربوط کرتیں تو ان کے اشعار کی قدر و قیمت اور بڑھ جاتی جس طرح کہ اندریہ بریتون (Andre Breton) نے شارل فوربیہ کی موت کو انسانیت اور انسانی اقدار کی موت قرار دیا ہے۔ بلکہ ان کے جذبات اس انجام کی طرف مشیر ہیں جس سے انسانیت ان کی موت کی وجہ سے دوچار ہو گئی ہے۔[۲۶]

۲۶ؔ شاکر النابلسی؛ فدوی تشتبک مع الشعر۔ ص ۵۸۔ ۶۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فدوی نے اس علمی تحریک میں باضابطہ شریک ہو کر "لن أبکی" کے عنوان سے ایک قصیدہ مجلہ (الاتحاد) میں شائع کرایا۔ جو جون کی اسرائیلی جارحیت کے بعد پہلا قصیدہ تھا جس میں وہ منفی مرحلے سے ایجابی اور انفتاحی مرحلے میں آگئیں، یعنی وہ علیحدگی پسندی اور رومانوی روے (Isolationism and romanticism) سے واقعیت (Realism) کے رویہ کی طرف لوٹ گئیں، اسی لئے وہ فدائیانہ عمل پر مکمل ایقان کے ساتھ مقاومتی شعراء کو خطاب کرتے ہوئے کہتی ہیں:

"احبائی - حصان الشعب جاوز کبوة الامس
وھب الشھم منتفضا وراء النھر: أصیخوا... ھا حصان الشعب یصھل واثق النھمة - ویفلت من حصار النحس والعتمة
ویعدو نحو مرفئة علی الشمس: وتلک مواکب الفرسان ملتمه تبارکه وتفدیه"[۲۷]

طویل خاموشی کے بعد جو مثبت استقلال اور متحرک ساخت کے نمونے ان کی شاعری میں ملتے ہیں وہ ایسی حقیقی قوم کے وجدان کی نمائندگی کرتے ہیں جو فتح حاصل کرنے اور آزادی کے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے مصمم ارادہ کئے ہوئے ہے۔

جون سے قبل بھی فدوی نے بہت سے قصیدوں میں داخلی پریشان کن حالات کی تصویر کشی کی ہے اور اپنے حق خود ارادیت اور قومی تشخص کی بھی بات کہی ہے

۲۷ ممدوح السکاف: "رحلة فی عالم فدوی طوقان" شئون فلسطینیہ (اغسطس ۱۹۷۴ء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس مسئلے میں فنی ساخت اور بنت کے لحاظ سے ایک عمدہ قصیدہ "نداء الارض" [28] ہے جس میں ایک پناہ گزین کے اپنے گم شدہ وطن پر تأسف کی عکاسی کی گئی ہے:

تمثل ارضا نمته وغذته ∴ من صدرها الثر شيخا وطفلا
تمثل وهو يذوب انتفاضا ∴ ثراها اذا ما الربيع اطلا
وماج بعينيه كنز السنابل ∴ يحضنه الحقل خيرا مطلا
ولاح له شجر البرتقال ∴ وهو يرف عبيرا وظلا

وهاتت به فكرة كالعواصف لا تستقر ⁂ تراكيت تلك الطيوق تسائر تلك الصور
الغصب ارضي؟ ايسلب حقي وابقى انا ⁂ حليف التشرد اصحب ذلة عاري هنا
أابقى هنا لاموت غريبا بارض غريبه ⁂ أابقى؟ ومن قالها؟ ساعود لارضي الحبيبه

"اسے اس سرزمین کی یاد آ رہی ہے جہاں وہ پلا بڑھا تھا، جس نے اسے غذا مہیا کی تھی، اپنے ممتا بھرے سینے سے بچپن سے لے کر ملک چھوڑنے تک وہ مچلتے ہوئے ان مناظر کو یاد کرتا ہے جو موسم بہار کی کھنکھناہٹ پیش کرتے ہیں، اور گیہوں کے ان کھیتوں کو بھی جو ہوا کے چلنے سے لہلہا رہے ہیں خوشی اور غم کے ملے جلے تأثر کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں اس کے لئے بیش بہا خزانہ تھیں۔ اس نے تازگی کے ان درختوں کو دیکھا تھا جو چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کی مہک اور سائے میں وہ اپنا وقت گزارا کرتا تھا، تبھی اس کے ذہن میں ایک طوفانی خیال انگڑائی لیتا ہے جسے سوچ کر وہ بجھ سا جاتا ہے کہ کاش میں اپنی زمین دوبارہ دیکھ سکتا جو مجھ سے چھین لی گئی ہے اور جس کے چھن جانے

28. Khalid A. Sulaiman, Palestine and Modern Arab Poetry (London, 1984) pp 124-126.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سبب میں در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہوں اور میرے پاس شرم و ندامت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کیا میں یہیں پرا اپنی سرزمین سے کوسوں دور ایک اجنبی مقام پر اجنبی کی طرح موت کی آغوش میں سو جاؤں گا۔ میں باقی رہوں گا؟ کس نے کہا یہ؟ میں اپنی زمین کی طرف ضرور لوٹوں گا۔"

ایسے ہی جذبے کے ساتھ پناہ گزیں بہار کی ایک رات میں اپنا کیمپ چھوڑ دیتا ہے، صاف آسمان میں ستاروں کے ذریعے اپنی زمین کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ دور ہی سے وہ "یافا" کی روشنیوں کو دیکھتا ہے۔ وہاں کی ہواؤں کی خوشبو محسوس کرتا ہے، سرحد کے قریب پہونچکر وہ رک جاتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ اسے پار کرنا اپنی زندگی کی قیمت چکانا ہے۔ مگر یہ سوچ کر کہ اپنی زمین کی خاک میں مرنا سعادت کی بات ہے، کسی بات کی پروا کئے بغیر سرحد کو پار کرتا ہے، اور اپنے خواب کو حقیقت میں بدلنا محسوس کرتا ہے۔ ذیل کی چند سطریں اس قصیدے کی کلائمکس ہیں جس میں پناہ گزیں کو حد درجہ جذباتی دیکھا یا گیا ہے۔

واهوى على ارضه فى انفعال يتم ثراها ×× يعانق اشجارها ويضم لآلى حصاها

ومرغ كالطفل فى صدرها الرحب خداً وفم ×× والقى على حضنها كل ثقل سنين الالم

وهزته انفاسها وهى ترتعش رعشة حب ×× واصغى الى قلبها وهو يهمس همة عتب

رجعت لى؟!

جئت اليك وهذى يدى

سابقى هنا، ساموت هنا؟ هيئ مرقدى

وكانت عيون الله واللئيم على خطوتين ×× رمته بنظرة حقد ونقمة

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کمایرشق المتوحش سہمہ ٭ ومزق جوف الکون المھیب ملئ للفتین

"اپنی سرزمین کی سرحد پر پہونچتے ہی وہ جذباتی ہوجاتا ہے۔ اُس پاس کے درختوں کو والہانہ دیوانہ وار بوسہ لیتا ہے اور وہاں کے چھوٹے چھوٹے اینٹ اور پتھر کے ٹکڑوں کو جو اس کے لئے انتہائی قیمتی ہیں سمیٹنے لگتا ہے اور وہ اپنی مٹی کی خوشبو سے بے چین ہوجاتا ہے اور بالکل اس معصوم بچہ کی طرح جو اپنی ماں کے پاس جاتا ہے تو دل سے خوف نکل جاتا ہے۔ اور وہ اپنی مٹی پر اپنے منہ اور گال کو رگڑتا ہے وہ اپنے دل کی دھڑکن کو سنتا ہے اور اس آواز کو جو اس کی سرزمین کے ذرے ذرے سے نکلتی ہے اور یہ پوچھتی ہے کہ کیا تم دوبارہ لوٹ آئے ہو؟ اور جواب دیتا ہے کہ ہاں! کیونکہ تم میری ماں ہو وہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اب میں یہیں رہوں گا اور یہیں مروں گا اور یہیں میری قبر بنے گی، وہ قدم آگے لئیم دشمن اپنا منہ کھولے کھڑا ہے۔ ان کی آنکھوں میں نفرت کے تیروں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اسی لمحے دو گولیوں کی آواز رات کے سناٹے کو توڑ دیتی ہے شاید اس کے دشمن نے اسے دیکھتے ہی ختم کر دیا۔"

اسی طرح فدوی نے "رقیہ" میں پناہ گزین عورت کی متحرک تصویر پیش کی ہے جو انسانی احساسات (Human sentiments) پر مبنی ہے جس میں نہ تو مذہبی جوش و ولولہ (religious enthusian) ہے اور نہ ہی نسلی تعصب تشدد (Racial Fanaticitism) اس قصیدے کے کچھ نمائندہ شعر پیش ہیں جو پناہ گزیں کی حالت زار کی وضاحت کرتے ہیں:

تعلق شئ کفرخ مھیض ٭ علی صدرھا الواھن المرتعد

وقد وسدت راسہ ساعدا ٭ وسدت باآخر عرف الجسد

(باقی صفحہ ۹ پر)

© rasailojaraid.com